اولاد المعصومین علیہم السلام

بضمیمہ

رسالہ العدل

بقلم

سماحہ آیۃ اللہ علامہ سیّد مظہر علی شیرازی دام ظلہ

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہ السلام

اولاد المعصومین علیہم السلام

بقلم

سماحه آیة اللہ علامہ سید مظہر علی شیرازی دام ظلہ

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام

نام کتاب: اولاد المعصومین علیہم السلام

مؤلف: آیت اللہ علامہ سید مظہر علی شیرازی دام ظلہ

تاریخ: محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ق

تعداد: دو ہزار

ناشر مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام پاکستان

رابطہ برائے ایران: 0098-9196650627

رابطہ برائے پاکستان: 0092-3084198055

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے

امام زمانہ

اَللّٰھُمَّ

كُنْ لِّوَلِیِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ

الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى

اٰبَآئِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَ فِیْ كُلِّ

سَاعَةٍ وَّلِيًّا وَّحَافِظًا وَّ قَائِدًا وَّ

نَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ

اَرْضَكَ طَوْعًا وَّ تُمَتِّعَهٗ فِيْهَا

طَوِيْلًا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ

اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَهُمْ

وَسَهِّلْ مَخْرَجَهُمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میں اس کتاب کا ثواب اپنے استاد محترم سماحۃ حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید اعجاز حسین کاظمیؒ کی روح کو ہدیہ کر رہا ہوں ان کا ہماری گردن پر عظیم حق ہے ہم نے مدرسہ دار العلوم محمدیہ بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا میں ان سے بہت استفادہ کیا تھا واقعاً وہ بہت مہربان، عابد، زاہد اور جلیل القدر عالم دین تھے۔ خداوند متعال بحق محمد وآل محمد ان کے اور درجات بلند فرمائے۔

آج اگر وہ زندہ ہوتے تو اس کتاب کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور ہمیں دعائیں دیتے اگرچہ ان کی روح عالم برزخ میں یقیناً ہمیں دعائیں دے رہی ہوگی۔

خداوند متعال بحق محمد وآل محمد ان پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

مدت سے ذہن میں تھا کہ معصومین علیہم السلام کی اولاد کے بارے میں ایک رسالہ لکھوں، خدا نے یہ توفیق عنایت فرمائی ہے اس رسالہ میں معصومین علیہم السلام کی اولاد کے نام، اور نواصب کے اعتراضات کے جوابات، اور دیگر کئی ایک مفید نکات کو آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ البتہ تاریخ کا یہ ظلم ہے کہ آل رسولؐ کے مکمل واقعات اور ان کے ایام ولادت اور وفات، شہادت اور ان کی اولاد کی واقعی تعداد کو درج نہ کر سکی۔

بہر حال اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے اختلافی موارد کے بارے میں نقل اقوال پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اولاد کے واقعات کے لیے منتھی الامال اور دیگر کتب کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ مختصر رسالہ، اہل ایمان کی معلومات میں اضافہ، مزید بصیرت، قلوب کی نورانیت، اور صحیح عقائد کی پختگی کا موجب بنے گا۔

والسلام علی من اتبع الھدی

خادم مذہب

سید مظہر علی شیرازی

حوزہ علمیہ قم المقدسہ

۱۵ رجب ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولہ الحمد

اولاد المعصومین علیہم السلام

پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد:

حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت ابراہیم، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام۔

حضرت قاسم بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

حضرت عبداللہ آپ کی ولادت بعثت سے قبل مکہ مکرمہ میں ہوئی اور بچپن میں ہی وفات پا گئے۔ آپ طاہر کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت ابراہیم ۸ ہجری میں متولد ہوئے اور ۱۰ ہجری میں رحلت کر گئے اور آپ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ کی والدہ ماریہ قبطیہ تھیں، حضور کی دوسری اولاد حضرت خدیجہ علیہا السلام سے تھی۔

حضرت فاطمہ زہراؑ آپ حضور کی اکلوتی بیٹی تھیں اور حضور کی نسل آپ کے ذریعہ سے بڑھی، حضرت زینب، ام کلثوم اور رقیہ جن کو حضور کی بیٹیاں سمجھا جاتا ہے وہ حضور کی صلبی بیٹیاں نہیں تھیں بلکہ ربائب، پالتو بیٹیاں تھیں۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب صراط النجاۃ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کا نکاح، حضرت علی علیہ السلام سے بحکم خدا ہوا، حضرت صرصائیل فرشہ، پیغمبر اسلامؐ کے پاس آیا اور عرض کیا: ''بعثنی اللہ الیک لتزویج النور من النور'' کہ خدا نے مجھے آپ کی طرف نور کی شادی نور سے کرنے کی خاطر بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کس نور کی شادی کس نور سے؟

صرصائیل نے عرض کیا: ''ابنتک فاطمۃ من علی بن أبی طالب'' آپ کی بیٹی فاطمہؑ کی شادی علی بن ابی طالبؑ سے ہے۔

تو حضور نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح حضرت علی علیہ السلام سے کر دیا اور گواہ جبرائیل، میکائیل، اور صرصائیل تھے۔ حضورؐ نے حضرت صرصائیل کے کندھوں پر نگاہ کی تو اس کے کندھوں پر یہ تحریر لکھی ہوئی تھی: ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب مقیم الحجۃ'' حضورؐ نے پوچھا: صرصائیل یہ تحریر کب سے تیرے کندھوں پر لکھی ہوئی ہے۔ کہا: اللہ کا دنیا کو خلق کرنے سے بارہ ہزار سال پہلے سے۔(۱)

معلوم ہوا کہ خدا، رسول کے نام کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا نام دنیا کے خلق ہونے سے بارہ ہزار سال پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

مخفی نہ رہے کہ آسمان پر بھی حضرت علی علیہ السلام کا نکاح حضرت فاطمہ علیہا السلام سے ہوا ہے، عاقد خود خدا تھا۔ خطبہ دینے والا راحیل فرشتہ تھا اور گواہ حملہ عرش تھے، نثار کرنے والا رضوان تھا، اس نکاح کا ثمرہ ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ خدا نے حضرت جبرائیل کو بھی خطبہ پڑھنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے کرامت کے منبر پر وہاں خطبہ پڑھا تھا۔(۲)

۱۔ المناقب، خوارزمی، ص ۳۴۰، ۳۴۱۔

۲۔ الجنۃ العاصمہ، ص ۱۰۰۔

حضرت علی علیہ السلام کی اولاد:

آپ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض نے اٹھائیس اور بعض نے تینتیس، بعض نے پینتیس نقل کیا ہے۔

حضرت فاطمہ علیہا السلام سے حضرت علی علیہ السلام کی پانچ اولادیں ہیں:

۱۔امام حسن علیہ السلام ۲۔امام حسین علیہ السلام ۳۔حضرت محسن جو کہ اپنی والدہ گرامی کے بطن میں ہی ظالمین کے ظلم کی وجہ سے شہید ہو گئے۔

۴۔حضرت زینب علیہا السلام ۵۔حضرت ام کلثوم علیہا السلام

حضرت زینب علیہا السلام کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس تھا اور وہ حبشہ میں پیدا ہوئے وہ اسلام میں پہلے مولود تھے۔

حضرت عبداللہ بہت کریم سخی اور عفیف تھے اُنہیں بحرالجود سخاوت کا سمندر کہا جاتا تھا۔اہل سنت کے عالم ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ان کی سخاوت میں داستانیں مشہور ہیں۔ابن حبان نے کہا ہے کہ ان کو قطب السخاء (سخاوت کا قطب) کہا جاتا تھا۔جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت عبداللہ اس وقت دس سال کے تھے۔(۱)

حضرت عبداللہ کی وفات کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۸۰ھ میں مدینہ میں وفات پائی جب کہ وہ نوے سال کے تھے۔(۲)

مخفی نہ رہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سید تھے ان پر اور اُن کی اولاد پر صدقہ حرام ہے۔

حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عون بن جعفر طیار سے ہوا تھا، عمر سے ان کے نکاح والا واقعہ غلط ہے اس کی کوئی واقعیت نہیں ہے یہ صرف آل رسولؐ کے خلاف نواصب کا پروپیگنڈہ ہے اگر کسی ہماری

۱۔تہذیب التہذیب،ج۵،ص۱۷۱۔

۲۔الاستیعاب،ج۱،ص۵۲۵۔عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص۳۸۔۳۹۔

کتاب میں یہ قصہ نقل ہوا ہے تو وہ بلا تحقیق اور نواصب سے ماخوذ ہے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب صراط النجاۃ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

نیز مخفی نہ رہے حضرت علی علیہ السلام کی سب بیٹیوں کی شادیاں اپنے ہی خاندان میں ہوئی تھیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا: ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے لیے ہیں۔ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت بھی یہی ہے لہذا سادات عظام زاد اللہ شرفھم کو چاہیے کہ اپنی بچیوں کی شادیاں اپنے ہی خاندان میں کریں۔ شریعت نے سادات پر صدقہ حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے۔ سادات پر صدقہ حرام اور خمس حلال ہے یہ ان کے لیے ایک بہت بڑی فضیلت ہے۔

خلاصہ یہ کہ آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام واجب اور ان کی ہتک حرام ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کی دوسری ازواج سے اولاد۔

محمد، کنیت ابو القاسم، آپ کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ تھیں۔

حضرت عباس، جعفر، عثمان، اور عبد اللہ کی والدہ حضرت ام البنین بنت حزام بن خالد بن دارم تھیں۔ اور یہ چاروں فرزند کربلا میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔

محمد اصغر جن کی کنیت ابو بکر (۱) تھی اور عبید اللہ یہ دونوں بھی کربلا میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان دونوں کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھیں۔

یحییٰ، ان کی والدہ اسماء بنت عروہ خثیمہ تھیں، بعض نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ کہا ہے۔

عمر اور رقیہ جڑواں پیدا ہوئے اور ان کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ تھیں۔ ام الحسن اور رملہ ان کی والدہ، ام سعید بنت عروۃ بن مسعود ثقفی تھیں۔

۱۔ اس کنیت کو بنی امیہ نے اپنے مذموم مقاصد کی خاطر مشہور کر دیا تھا۔ ابو الفرج اصفہانی اپنی کتاب مقاتل الطالبین ص ۱۴۲ طبع بیروت میں لکھتا ہے کہ "لم یعرف اسمہ" ان کا نام معروف نہیں ہے۔

نفیسہ، زینب صغریٰ، رقیہ صغریٰ، ام ہانی، ام کرام، جمانہ جن کی کنیت ام جعفر تھی، امامہ، ام سلمہ، میمونہ، خدیجہ اور فاطمہ دوسری ماؤں سے تھیں۔

بعض علماء نے، عون، عبدالرحمٰن اور حمزہ کا بھی آپ کی اولاد میں ذکر کیا ہے۔(۱)

علامہ سمرقندی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ کے اٹھارہ بیٹے تھے اور ایک قول کے مطابق انیس بیٹے تھے اور آپ کی زندگی میں چھ بیٹے وفات پا گئے تھے۔(۲)

مخفی نہ رہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی نسل پانچ بیٹوں سے بڑھی۔ امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، جناب محمد حنفیہ، حضرت عباس، محمد اصغر جس کو عمر الاطرف بھی کہا جاتا تھا۔(۳)

مخفی نہ رہے کہ محمد بن حنفیہ کے بارے میں چودہ ستارے ص ۱۷۶ کے حاشیہ میں جو لکھا ہے کہ وہ ۸ ہجری میں متولد ہوئے یہ خطا ہے اس کی دلیل یہ کہ اولاً تو حضرت علی علیہ السلام نے، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی ہی نہیں کی (۴) حضرت فاطمہ علیہا السلام کی شہادت گیارہ ہجری میں ہوئی۔

وثانیاً: روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: جس بچے کا نام محمد رکھا جائے تو اس کی کنیت ابوالقاسم نہ رکھو(۵)۔ نیز مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو محمد بن حنفیہ کے بارے میں اجازت فرمائی تھی۔ چونکہ آپؐ نے ان کو خبر دی تھی کہ میری وفات کے بعد خدا تمہیں فرزند عطا فرمائے گا ان کا نام اور کنیت میرے نام اور میری کنیت پر رکھنا۔(۶)

حضورؐ کی رحلت اٹھائیس صفر سن گیارہ ہجری کو ہوئی۔

۱۔ تاریخ الائمہ لابن ابی الثلج البغدادی، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۲۲۔

۲۔۳۔ تحفۃ الطالب، ص ۲۳۔

۴۔ منتہی الآمال، ج ۱، ص ۳۰۵۔

۵۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، باب ۲۹ من ابواب احکام الاولاد، حدیث ۲، ص ۱۳۱۔۱۳۲، طبع قدیم۔

۶۔ تحفۃ الطالب، ص ۱۰۲۔

وکالت: علامہ جزی کلبی نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بعد حنفیہ سے شادی کی تھی۔

"تزوج علی علیہ السلام بعد فاطمة الزهرا الحنفية، فولدت له محمد الاکبر"(۱)

سوال: حضرت محمد بن حنفیہ، اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا کیوں نہیں گئے تھے؟

جواب: حضرت محمد بن حنفیہ کے کربلا نہ جانے کی وجہ علامہ حلی نے ان کی بیماری ذکر کی ہے نیز بعض کتب سے پتہ چلتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ان کو کچھ وصیت کی تھیں ان کی ادائیگی کے لیے نیز تازہ ترین حالات سے آگاہ کرنے کی غرض سے وہ امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق وطن رہ گئے تھے۔

ازالہ شبہ: حضرت علی علیہ السلام کی اولاد میں، ابوبکر، عمر اور عثمان نام آنے سے نواصب خوش نہ ہوں۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے یہ نام ثلاثہ کے ناموں پر نہیں رکھے خود امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: میں نے عثمان نام اپنے بھائی، عثمان بن مظعون کے نام کی وجہ سے رکھا ہے۔ **"انما سمیته باسم اخی عثمان بن مظعون"**(۲)۔

مخفی نہ رہے کہ عثمان بن مظعون آپ کا وفادار ساتھی تھا، جب وہ فوت ہوئے تو حضورؐ نے ان کے چہرے کا بوسہ لیا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام کے کسی بیٹے کا نام عُمر نہیں ہے بلکہ عَمرو (واو کے ساتھ) ہے اور عَمرو، حضرت ہاشم کا نام تھا (۳) جو کہ حضرت علی علیہ السلام کے جد اعلیٰ تھے۔ بنی اُمیہ نے حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے کا نام عَمرو سے عُمر مشہور کر دیا اور آپ کا اصلی نام عَمرو بن علی بن اَبی طالب ہے جو کہ بعض کتب میں نقل ہوا ہے۔(۴)

۱۔ الانوار فی نسب آل النبی المختار، ص ۳۲۔

۲۔ مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصفہانی، ص ۴۰، طبع دار احیاء التراث العربی بیروت، بحار الانوار ج ۳۵، ص ۳۸۔

۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱، ص ۹۲، طبع دار احیاء التراث العربی، عمدۃ الطالب ص ۳۲۔

۴۔ المصنف لابن اَبی شیبہ، ج ۸، ص ۷۵۳، طبع دار الفکر، اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۳۱۶، طبع دار التعارف للمطبوعات بیروت، و کتب دیگر۔

وثانیاً: بر فرض عمر نام ہی ہو تو ممکن ہے اس کی وجہ عمر بن ابی سلمہ سے محبت کی وجہ سے ہو یا کسی اور شخص کی وجہ سے رکھا ہو نہ کہ عمر بن خطاب کی وجہ سے۔

ابو بکر بن علیؑ کا اصلی نام محمد اصغر تھا ان کی کنیت ابو بکر تھی۔(۱) اس کنیت کو بنی اُمیہ نے اپنے مذموم مقاصد کی وجہ سے مشہور کیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ خود نام بذاتِ خود، مذموم نہیں ہوتا وہ چیز جو نام پر تاثیر کرتی ہے وہ شخص کا کردار ہوتا ہے۔ نواصب جو اپنے بچوں کے نام عبدالرحمٰن رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کیا عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، قاتل علی علیہ السلام کو دوست رکھنے کی وجہ سے یہ نام انتخاب کرتے ہیں؟ جو جواب تمہارا ہوگا وہی جواب ہمارا ہوگا۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اولادوں میں جن بعض کا نام فوق الذکر ناموں میں آیا ہے اس کا جواب بھی یہاں سے معلوم ہو گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے بیٹے کا نام بھی عَمْرو تھا نہ کہ عُمر۔ سقیفہ کمپنی نے اسے عمر نام سے مشہور کر دیا تھا۔

۱۔ الارشاد، ج۲، ص۳۵۴، التنبیہ والاشراف، ص۲۵۸۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی اولاد:

شیخ مفید نے آپ کی اولاد کی تعداد پندرہ ذکر کی ہے آٹھ بیٹے اور سات بیٹیاں۔(۱)

بعض نے آپ کی اولاد سترہ کہی ہے۔ جن میں نو بیٹیوں کو ذکر کیا گیا ہے۔(۲)

اور ایک قول کے مطابق گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں (۳) تھیں اور ایک قول کے مطابق گیارہ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔(۴)

اولاد کے نام: زید، اور ان کی دو بہنیں ام الحسن اور ام الحسین، ان کی ماں ام بشیر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ خزرجیہ تھیں۔

حسن، ان کی ماں خولہ بنت منظور فزاریہ تھیں

عمرو، قاسم اور عبداللہ،

عبدالرحمٰن

حسین الملقب بالاثرم، طلحہ، فاطمہ بنت حسن ان تینوں کی ماں ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ تیمی تھیں۔

ام عبداللہ، فاطمہ، ام سلمہ و رقیہ مختلف ماؤں سے تھیں کمافی الارشاد۔

آپ کی نسل حضرت زید اور حسن مثنیٰ سے بڑھی۔

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۰۔ نور الابصار، ص ۲۵۰۔

۲۔ تحفۃ الطالب، ص ۲۵۔

۳۔ تاج المو الید، ص ۲۷، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۱۰۳۔

۴۔ نور الابصار، ص ۲۳۹۔

امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں اقوال:

شیخ مفید نے امام حسین کی اولاد کی تعداد چھ ذکر کی ہیں چار بیٹے اوردو بیٹیاں۔(۱)

ابن ابی ثلج بغدادی نے آپ کی اولاد آٹھ ذکر کی ہیں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں۔(۲)

سمرقندی نے آپ کی اولاد بارہ نقل کی ہے۔(۳)

شیخ شبراوی نے لکھا ہے کہ آپ کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں (۴)۔ البتہ انہوں نے تین بیٹیوں کے نام ذکر کیے ہیں۔

نورالابصار(۵) میں بحوالہ درر الاصداف صریحاً منقول ہے کہ امام حسین علیہ السلام (کی بیٹیوں میں) فاطمہ صغریٰ بھی تھیں اور فاطمہ کبریٰ بھی۔ دیگر بعض متاخرین کی کتب میں بھی فاطمہ صغریٰ کا ذکر آیا ہے کما فی البحار۔

ابن شہرآشوب نے کہا ہے کہ آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں، سکینہ، فاطمہ اور زینب تھیں۔(۶)

علامہ سید محسن امین نے بھی چھ بیٹے اور تین بیٹیوں کا ذکر کیا ہے۔(۷)

نام اولاد:

۱۔علی بن الحسین الاکبرؑ

۲۔علی ابن الحسین امام سجادؑ

۱۔الارشاد، ج ۲، ص ۱۳۵۔

۲۔تاریخ الائمہ، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۱۸۔

۳۔تحفۃ الطالب، ص ۷۔

۴۔الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۳۰۔

۵۔ص ۳۸۴۔

۶۔مناقب ابن شہرآشوب، ج ۳، ص ۷۷۔

۷۔اعیان الشیعہ، نقل از سوگنامہ آل محمد، ص ۳۰۷۔

۷۔ ... علیہ السلام

۸۔ جعفر بن الحسین۔ جو اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی رحلت کر گئے تھے اور ... ہو گئے۔

۹۔ علی اصغر (عبداللہ)

۱۰۔ سکینہ بنت الحسین

۱۱۔ فاطمہ بنت الحسین

بعض کتب میں زینب اور فاطمہ صغریٰ بھی بیٹیوں میں شمار کی گئی ہیں۔

بعض کتب میں محمد نامی بیٹا بھی اولاد ذکور میں منقول ہے۔ جعفر اور محمد واقعہ کربلا سے پہلے رحلت کر گئے تھے لیکن بعض نے محمد کو بھی شہداء کربلا میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ قول مشہور کے خلاف ہے۔

یہ منقول ہے کہ جب آل رسول کا قافلہ شہر حلب کے مغرب میں جوشن پہاڑ سے ہو کر گزرا تو امام حسین کے پردہ داروں میں سے ایک نے وہاں وضع حمل کیا اور وہاں کے لوگوں سے پانی اور کھانا طلب کیا تو انہوں نے نہ دیا وہاں محسن السقط کے نام سے مزار موجود ہے تعمیر کی گئی ہے جس میں مجھے بھی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ (۱)

نوٹ: امام حسین علیہ السلام کی عظمت و جلالت کسی پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود آپ کے ... کے بارے میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ اختلاف نہیں ہونا چاہیے آل محمد علیہم السلام کی مظلومیت کی داستان بہت وسیع ہے۔ ... چنانچہ ایک ایک معصوم علیہ السلام کے ایام ولادت اور شہادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

گزارش ہے کہ مجالس میں حضرت فاطمہ صغریٰ کے واقعات کو کتاب کا حوالہ دے کر پڑھا جا سکتا ہے شرط یہ ہے کہ اس واقعہ میں خانوادہ رسالت کی ہتک نہ پائی جائے۔

---

(۱) [illegible]

امام حسین علیہ السلام کی نسل امام زین العابدین علیہ السلام کے ذریعے سے بڑھی

سوال: آیا سن میں حضرت علی اکبرؑ بڑے تھے یا امام زین العابدینؑ؟

جواب: اس بحث کا عملی حوالے سے کوئی ثمرہ نہیں ہے ہاں معلومات کے لیے مفید ہے۔ اکثر علماء نے حضرت علی اکبرؑ کو بڑا لکھا ہے جیسے سبط ابن جوزی، کمال الدین بن طلحہ، حافظ جنابذی، محب الدین طبری، دیار بکری در خمیس، صاحب کشف الغمہ، ابن الخشاب، ابو الفرج، زبیر بن بکار، بلاذری، مزنی، شریف عمری نسابہ صاحب کتاب مجدی، ابن قتیبہ، ابو حنیفہ دینوری، ابو جعفر طبری، ابن ابی الازھر، ابو الفضل صابونی صاحب کتاب فاخر کہ ہمارے فقہاء ان کو بعض سے تعبیر کرتے ہیں۔ ابو علی بن ہمام ابن شہر آشوب، ابن ادریس، ابو عبیدہ، خلف الاحمر، صاحب کتاب لباب، صاحب کتاب زواجر و مواعظ، شیخ حر عاملی در منظومہ احوال ائمہ علیہم السلام، شبلنجی، شیخ طریحی، شیخ شبراوی، ابن کثیر دمشقی، شہید اول، عبد الرزاق مقرم اور دیگر کئی ایک علماء۔

شیخ مفید اور طبری نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بڑا لکھا ہے۔ لیکن اس قول سے اہل فن نے اعراض کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ صحیح ترین قول یہ ہے کہ حضرت علی اکبرؑ سن میں بڑے تھے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ خود امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کو بڑا کہا ہے جب دربار یزید ملعون میں یزید پلید نے امام زین العابدین سے پوچھا: ما اسمک، آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: علی بن الحسین، یزید ملعون نے کہا: کیا علی بن الحسین مارے نہیں گئے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ”**قد کان لی أخ اکبر منی یسمون علیا فقتلتموہ**“ مجھ سے بڑا میرا ایک بھائی تھا جس کو علی کہتے ہیں تم نے ان کو شہید کیا ہے۔(۱) نیز ابن زیاد کے دربار میں بھی ابن زیاد کے سوال کے جواب میں امامؑ نے یہی فرمایا تھا۔(۲)

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۵۸، طبع بیروت۔

۲۔ کتاب الفتوح لابن اعثم الکوفی، ج ۵، ص ۱۲۳، طبع دار الاضواء۔

وثانیاً شہید اول نے لکھا ہے کہ علی الاصح صحیح ترین قول یہ ہے حضرت علی اکبر بڑے تھے۔(۱)

نیز علامہ ابوالفضل طہرانی نے حضرت علی اکبرؑ کے بڑے ہونے پر نقل اقوال کے بعد لکھا ہے کہ البتہ یہ قول اصح اور اسد صحیح ترین اور محکم ترین ہوگا۔(۲)

وثالثاً: فریقین کے جمہور مؤرخین، نسابین اور محدثین نے حضرت علی اکبر علیہ السلام کو بڑا لکھا ہے۔

نیز مخفی نہ رہے کہ حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کی متعدد شادیوں کے متعلق جو کہا جاتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ آل رسولؐ کے خلاف نواصب کا پروپیگنڈہ ہے۔

اگر کسی ہماری کتاب میں نقل ہوا ہے تو وہ نواصب سے ماخوذ ہے حضرت سکینہؑ ایام طفولیت میں ہی زندان شام میں انتقال کر گئی تھیں۔

سوال: کیا حضرت علی اکبرؑ شادی شدہ اور صاحب اولاد تھے؟

جواب: حضرت علی اکبرؑ کے بارے میں جن بعض کو آنجناب کی شادی اور اولاد کا توہم ہوا ہے ان کی عمدہ دو دلیلیں ہیں لیکن ہر دو مخدوش ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ آنجناب کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کے خیال کے مطابق دوسری عمدہ دلیل زیارت کا یہ جملہ "صلی اللہ علیک و علی عترتک" ہے۔

پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس کنیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صاحب اولاد ہوں چونکہ بچپن میں کنیت کا رکھنا مستحب ہے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم اپنی اولادوں کی کنیت ان کے بچپنے میں ہی رکھ دیتے ہیں۔(۳)

لہٰذا ممکن ہے سید الشہداءؑ نے، حضرت علی اکبرؑ کی کنیت اسی استحباب پر عمل کرنے کی وجہ سے رکھی

۱۔ دروس کتاب المزار، ج ۲، ص ۱۱۔

۲۔ شفاء الصدور فی شرح زیارۃ العاشور، ص ۵۲۶۔

۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۲۹، کتاب النکاح، ابواب احکام اولادہ، باب ۲۷، باب استحباب وضع الکنیۃ للولد فی صغرہ، طبع قدیم، و جامع احادیث الشیعہ، ج ۲۶، ص ۴۳۹۔

ہو۔

دوسری دلیل یعنی عترتک کا جواب یہ ہے اولاً اس کی سند مجہول ہے (۱) وثانیاً کلینی نے زیارت کے جملہ کو یوں نقل کیا ہے ''**صلیٰ اللّٰہ علیک و علیٰ أھل بیتک و عترۃ آبائک الاخیار الابرار الذین أذھب اللّٰہ عنھم الرجس و طھّرھم تطھیرا**''۔(۲)

یہاں عترتک کا لفظ نہیں ہے بلکہ عترۃ آبائک (کہ آپ کے آباء طاہرین کی عترت) منقول ہے تو اس بناء پر اس سے استدلال مخدوش ہے۔(۳) اور کامل الزیارت میں بھی ''**و علی عترۃ آبائک الاخیار الذین اذھب اللّٰہ عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا**'' منقول ہے۔(۴)

خلاصہ یہ کہ کسی عورت کے ساتھ، آپ کی شادی کا کہیں ذکر نہیں ملتا اور اُم ولد والی روایت ابہامات سے خالی نہیں ہے چونکہ نہ تو اس کا نام کہیں ذکر ہوا ہے اور نہ ہی ولد کا نام اور اس کی تاریخ ولادت اور وفات کا کہیں ذکر آیا ہے اور جس نے ذکر کیا ہے اس نے حدس سے کام لیا ہے چونکہ یہ مسئلہ عملی حوالے سے محل ابتلاء نہیں ہے لہٰذا اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ آپ غیر شادی شدہ تھے، **واللّٰہ العالم بحقائق الامور**۔

۱۔ مرآۃ العقول، ج۱۸، ص۲۹۱۔

۲۔ کافی کتاب الحج باب زیارت قبر أبی عبداللہ الحسن بن علی علیہما السلام، و مرآۃ العقول، ج۱۸، ص۲۹۵۔

۳۔ اور جملہ و علی اھل بیتک بھی مدعی پر دلالت نہیں کرتا۔ اور زیارت ثانیہ میں صلی اللّٰہ علیک و علی اھل بیتک وارد ہوا ہے۔

۴۔ کامل الزیارات، مترجم سید جواد ذہنی تہرانی، ص۲۶۰۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد:

آپ کی پندرہ اولادیں تھیں گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں۔ اور بعض نے اس سے زیادہ تعداد کا بھی کہا ہے کما فی تحفۃ الطالب۔

اولاد کے نام:

محمد، کنیت ابو جعفر، آپ کی والدہ ام عبد اللہ فاطمہ بنت امام حسن مجتبیٰ تھیں۔ آپ اپنے والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی ہیں۔

۲۔ عبد اللہ ۳۔ حسن ۴۔ حسین ۵۔ زید شہید ۶۔ عمر، ان کا اصلی نام عَمرو ہے جیسا کہ شرح نہج البلاغہ حدیدی میں نقل ہوا ہے۔ (۱)

۷۔ حسین اصغر ۸۔ عبد الرحمان ۹۔ سلیمان ۱۰۔ علی، یہ امام علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۱۔ اور ان کی بہن خدیجہ تھیں۔

۱۲۔ محمد اصغر ۱۳۔ فاطمہ، ۱۴۔ علیہ ۱۵۔ ام کلثوم۔ (۲)

حضرت علیّہ کا ذکر کتب رجال میں آیا ہے انہوں نے ایک کتاب تدوین کی تھی، زرارہ بن اعین ان سے حدیث نقل کرتا تھا۔ (۳)

آپ کی نسل چھ بیٹوں کے ذریعہ بڑھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام، عبد اللہ باھر، زید شہید، عُمر واشرف، حسین اصغر، علی اصغر۔ (۴)

۱۔ ج ۱۵، ص ۱۵۳، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت۔

۲۔ ارشاد، ج ۲، ص ۱۵۵۔

۳۔ ریاحین الشریعہ، ج ۴، ص ۳۸۳۔

۴۔ تحفۃ الطالب، ص ۲۱، عمدۃ الطالب ص ۲۳۷۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد:

شیخ مفیدؒ نے آپ کی سات اولادیں ذکر کی ہیں:

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام ۲۔ عبداللہ بن محمد، ان کی والدہ ام فروہ تھیں۔

۳۔ ابراہیم ۴۔ اور عبیداللہ، ان کی والدہ ام حکیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ تھیں۔

۵۔ علی ۶۔ زینب ۷۔ ام سلمہ۔ (۱)

نسابہ جزی کلبی نے بھی آپ کی اولاد کو سات ہی کہا ہے۔ (۲)

نیز کہا ہے کہ آپ کی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام کے ذریعہ سے بڑھی ہے۔ (۳)

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۱۷۶۔

۲۔۳۔ الانوار فی نسب آل النبی المختار، ص ۷۸، عمدۃ الطالب ص ۲۴۸۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد:

شیخ مفیدؒ نے آپ کی دس اولادیں ذکر کی ہیں:

اسماعیل، عبداللہ اور ام فروہ، ام فروہ کی اپنے چچازاد کے ساتھ شادی ہوئی تھی، ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت الحسین الاثرم بن الامام الحسن المجتبیٰ تھیں۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، اسحاق اور محمد، ان تینوں کی والدہ حمیدہ خاتون تھیں کمافی تاج الموالید۔

عباس، علی، اسماء اور فاطمہ، مختلف ماؤں سے تھے۔

حضرت اسماعیل، امام صادق علیہ السلام کی زندگی میں ہی وفات پا گئے اور بقیع میں مدفون ہیں۔ امامؑ کے اولاد میں سب سے بڑے اسماعیل تھے۔

حضرت اسماعیل کے بعد بڑے عبداللہ تھے۔ اور اس نے اپنے والد گرامی کے بعد امامت کا دعویٰ کر دیا، امامؑ کے اصحاب میں سے کچھ نے عبداللہ کو مان لیا لیکن جب اس کے دعویٰ کی سستی کو اصحاب نے دیکھا تو اکثریت نے اس سے رجوع کر لیا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کے قائل ہو گئے کیونکہ آپ کی امامت پر واضح برہان پائے۔

امام صادق علیہ السلام کا بیٹا محمد جن کو محمد دیباج کہا جاتا ہے وہ بہت سخی اور شجاع تھے وہ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ حقیر راقم الحروف کا سلسلہ نسب محمد دیباج کے ذریعہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ایران کے شہر اصفہان میں دیباجی سادات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔

حضرت محمد کو دیباج کا لقب ان کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا تھا (۱)

محمد دیباج، ایران کے شہر بسطام جو کہ شاہرود کے اطراف میں ہے، میں مدفون ہیں۔ (۲)

امام صادق علیہ السلام کا بیٹا اسحاق، پرہیزگار اور اہل فضل تھا۔

۱۔ تحفۃ الطالب، ص ۵۰۔

۲۔ الانوار فی نسب آل النبی المختار، ص ۸۸۔

امام علیہ السلام کا بیٹا علی عریض، بہت پرہیزگار، کثیرالفضل تھا۔
انہوں نے اپنے بھائی امام موسی کاظم علیہ السلام سے بہت روایات کو بیان کیا ہے۔
امام موسی کاظم علیہ السلام کی عظمت وجلالت کسی پر مخفی نہیں ہے۔
امام صادق علیہ السلام کی نسل آپ کے پانچ بیٹوں کے ذریعہ سے بڑھی: ۱۔امام موسی کاظم علیہ السلام
۲۔اسماعیل ۳۔علی عریض ۴۔محمد دیباج ۵۔اسحاق۔(۱)

مخفی نہ رہے امام صادق علیہ السلام کا ناصر نامی کوئی بیٹا نہیں تھا۔خراستان کے علاقے میں کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو ناصر بن جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد شائع کیا ہے حالانکہ وہ اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔(۲)

مخفی نہ رہے کہ حضرت اسحاق، نے حضرت نفیسہ بنت حسن بن زید بن امام حسن مجتبیٰ سے شادی کی تھی جو کہ بہت عابدہ اور صاحب کرامت تھیں اہل سنت کے امام شافعی نے ان سے حدیث کو نقل کیا ہے جب امام شافعی بیمار ہو جاتا تو شفا کے لیے حضرت نفیسہ خاتون سے دعا لیتا تھا اور شفایاب ہو جاتا تھا۔انہوں نے اپنے لیے خود قبر تیار کر رکھی تھی اور اس قبر میں نماز پڑھتی تھیں اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتی تھیں یہاں تک کہ چھ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا ان کی مزار مصر میں ہے اور عام وخاص کے لیے زیارتگاہ ہے وہاں دعائیں قبول اور حاجتیں روا ہوتی ہیں۔

۱۔تحفۃ الطالب،ص۵۰۔عمدۃ الطالب،ص۲۳۹۔
۲۔تحفۃ الطالب،ص۵۰۔۵۱۔عمدۃ الطالب،ص۲۳۹۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد:

آپ کی کل سینتیس اولاد تھی، جیسا کہ شیخ مفید نے نقل کیا ہے البتہ بعض نے اس سے زیادہ اولاد بھی ذکر کی ہے۔

بیٹے:

۱۔ امام رضاؑ	۲۔ ابراہیم	۳۔ عباس	۴۔ قاسم
۵۔ اسماعیل	۶۔ جعفر	۷۔ ہارون	۸۔ حسین
۹۔ احمد	۱۰۔ محمد	۱۱۔ حمزہ	۱۲۔ عبداللہ
۱۳۔ اسحاق	۱۴۔ عبیداللہ	۱۵۔ زید	۱۶۔ حسن
۱۷۔ فضل	۱۸۔ سلیمان۔		

بیٹیاں:

۱۔ فاطمہ کبریٰ	۲۔ فاطمہ صغریٰ	۳۔ رقیہ	۴۔ حکیمہ
۵۔ ام ابیہا	۶۔ رقیہ صغریٰ	۷۔ کلثم	۸۔ ام جعفر
۹۔ لبابہ	۱۰۔ زینب	۱۱۔ خدیجہ	۱۲۔ علیّہ
۱۳۔ آمنہ	۱۴۔ حسنہ	۱۵۔ بُریہ	۱۶۔ عائشہ(۱)
۱۷۔ ام سلمہ	۱۸۔ میمونہ	۱۹۔ ام کلثوم	

آپ کی نسل چودہ بیٹوں کے ذریعہ چلی، البتہ بعض تیرہ کے ذریعے سے۔

۱۔ امام رضاؑ ۲۔ حسن ۳۔ حسین ۴۔ ابراہیم

(۱) [illegible]

۵۔ زید ۶۔ عبداللہ ۷۔ عبیداللہ ۸۔ عباس
۹۔ حمزہ ۱۰۔ جعفر ۱۱۔ ہارون ۱۲۔ اسماعیل
۱۳۔ اسحاق ۱۴۔ محمد عابد کمافی تحفۃ الطالب۔

امام رضا علیہ السلام کی اولاد کا ذکر آئندہ صفحات پر آئے گا۔

سید حسن کے تین بیٹے تھے نیز سید حسین کے بھی تین بیٹے تھے، سید ابراہیم کی آٹھ اولاد تھیں۔ سید حمزہ کے تین بیٹے تھے۔ سید ہارون کے دو بیٹے تھے، سید عبداللہ کے پانچ بیٹے تھے، سید اسماعیل کے تین بیٹے تھے، سید جعفر کے پانچ بیٹے تھے، سید محمد کے تین بیٹے تھے، سید اسحاق کے دس بیٹے تھے اور سید عبید اللہ کے دس بیٹے تھے، سید عباس کے پانچ بیٹے تھے۔ کمافی الانوار۔ زید کی نسل کے بارے میں اختلاف ہے۔

زید کو زید النار اس لیے کہتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں بنی عباس کے گھروں کو جلا دیا تھا۔ شیخ مفید لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سب اولاد کی فضیلت اور منقبت مشہور ہیں۔ امام رضا علیہ السلام کی عظمت وجلالت کسی پر مخفی نہیں ہے۔

سید احمد بن موسیٰ، کریم، جلیل اور پرہیز گار تھے، امام کاظم علیہ السلام ان کو بہت دوست رکھتے تھے احمد بن موسیٰ نے ایک ہزار غلام کو آزاد کیا تھا، آپ کا روضہ ایران کے معروف شہر شیراز میں ہے۔

سید محمد بن امام موسیٰ، اہل فضل سے تھے، وضو کرتے تھے پھر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے، پھر تھوڑی دیر سوتے پھر بیدار ہو کر وضو کرتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے تھے اسی طرح ان کی راتیں گزرتی تھیں۔

سید ابراہیم بن امام موسیٰ، سخی، شجاع اور کریم تھے۔

امام کاظم علیہ السلام کی سب اولاد صاحب فضیلت تھی۔

مخفی نہ رہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ معصومہ علیہا السلام آپ دونوں ایک ہی ماں،

حضرت نجمہ خاتون سے تھے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جس نے میری بہن معصومہ کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی۔

معتبر سند کے ساتھ منقول ہے کہ امام تقیؑ نے فرمایا: جو شخص میری پھوپھی کی زیارت قم میں کرے اس کے لیے بہشت ہے۔

شیخ صدوق نے حسن سند کے ساتھ جو مثل صحیح کے ہے سعد بن سعد سے روایت کی ہے کہ امام رضا سے حضرت فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفرؑ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا جو ان کی زیارت کرے اس کے لیے بہشت ہے۔

ایک حدیث میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خدا کا ایک حرم ہے اور وہ مکہ ہے، رسول کا ایک حرم ہے اور وہ مدینہ ہے اور امیر المومنینؑ کا ایک حرم ہے اور وہ کوفہ ہے اور ہمارا ایک حرم ہے وہ قم ہے، عنقریب میری اولاد میں سے ایک خاتون وہاں دفن ہوگی جو شخص اس کی زیارت کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔ اس حدیث کو امامؑ نے امام موسیٰ کاظمؑ کی ولادت سے پہلے فرمایا تھا۔

مخفی نہ رہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ امامؑ نے فرمایا: اگر قم والے نہ ہوتے تو دین ضائع ہو جاتا۔

۲۰۰ھ میں امام رضاؑ خراسان تشریف لائے ایک سال بعد بھائی سے ملاقات کے شوق میں سیدہ فاطمہ معصومہؑ مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہوئیں، ساوہ شہر میں پہنچ کر بیمار ہوگئیں۔ دریافت کیا کہ قم کتنے فاصلہ پر ہے لوگوں نے بتایا دس فرسخ، اپنی خادمہ سے فرمایا کہ مجھے قم لے چلو ابھی قم داخل نہیں ہوئی تھیں کہ شہر کے بزرگ افراد، موسیٰ خزرج کی قیادت میں آپ کے استقبال کے لیے آئے۔ جناب موسیٰ خزرج نے آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ کر اپنے گھر میں لے آئے۔ سولہ یا سترہ دن ان کے گھر قیام کیا پھر آپ کا انتقال ہوگیا۔

آپ کو غسل و کفن دینے کے بعد آپ کی تدفین کے لئے آل سعد میں گفتگو ہوئی کہ آپ کی قبر میں

کون اترے اور آپ کو دفن کرے بالآخر سب نے اتفاق سے کہا کہ قادر نامی بوڑھا شخص جو کہ متقی تھا وہ آپ کو دفن کرے، اتنے میں صحرا کی طرف دو نقابدار سوار آئے جب جنازہ کے قریب آئے تو اپنے مرکب سے اترے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں داخل ہوئے اور آپ کو دفن کیا پھر سرداب سے باہر آئے اور سوار ہو کر چلے گئے کسی کو علم نہ ہوا کہ وہ کون تھے؟ موسیٰ خزرج نے آپ کے مدفن پر بورے کی چھت ڈال دی بعد میں امام تقی علیہ السلام کی بیٹی حضرت زینب نے اس پر گنبد بنوا دیا پھر اُم محمد بنت موسیٰ بن محمد بن علی الرضا کو بھی آپ ہی کے پہلو میں دفن کیا گیا، آپ کا مزار شیعیان کے لیے پناہ گاہ ہے۔

امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد:

شیخ مفیدؒ نے لکھا ہے کہ آپ کے ایک ہی بیٹے امام محمد تقی علیہ السلام تھے۔(۱) اور آپ کی شہادت کے وقت ان کی عمر سات سال اور کچھ ماہ تھی۔

آپ کی اولاد کے بارے میں بھی بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے آپ کے دو فرزند ذکر کیے ہیں امام محمد تقیؑ اور علی اصغر البتہ علی اصغر منقرض ہو گئے تھے۔(۲)

بعض نے علی اصغر کی جگہ موسیٰ کو فرزند لکھا ہے۔(۳)

اور بعض نے آپ کی پانچ اولاد ذکر کی ہیں۔(۴)

شبراوی نے آپ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے۔(۵)

اہل سنت کے عالم شبلنجی نے بھی یہی لکھا ہے ان کے نام یہ ہیں: محمد قانع (یعنی امام تقی علیہ السلام) حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور ایک بیٹی عائشہ (۶) فخر رازی نے ان کا نام فاطمہ لکھا ہے (۷)

نوٹ: اگر آپ کی کوئی بیٹی تھی تو اس کا نام فاطمہ تھا، عائشہ نام صحیح نہیں ہے۔

سبط جوزی نے چار بیٹوں اور ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے۔(۸)

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں، عیون الرضا کے حوالے سے ایک روایت کو نقل کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی فاطمہ نام کی ایک بیٹی تھی جس نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے۔

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۷۱۔ المستجاد من کتاب الارشاد، علامہ حلی، بنقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۲۵۳۔
۲۔ الانوار فی نسب آل النبی المختار، ص ۹۰۔
۳۔ تاریخ الائمہ، ص ۲۱، بنقل از مجموعہ نفیسہ۔
۴۔ تحفۃ الطالب، ص ۵۴۔
۵۔ الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۶۸۔
۶۔ نور الابصار، ص ۳۳۵۔
۷۔ الشجرہ مبارکہ فی انساب الطالبیہ، ص ۹۱۔
۸۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۴۷۔

کتب انساب میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ ان کی شادی محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوئی۔ بہرحال آپ کی نسل امام محمد تقی علیہ السلام کے ذریعہ بڑھی۔

ہمارے بزرگان کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام کا ایک ہی بیٹا تھا۔

امام محمد تقی علیہ السلام کی اولاد:

شیخ مفیدؒ نے آپ کی اولاد چار میں شمار کی ہے دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔
امام علی نقی علیہ السلام، موسیٰ (مبرقع)، فاطمہ، اُمامہ۔ (۱)

طبری نے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں خدیجہ، حکیمہ اور ام کلثوم کو نقل کیا ہے۔ (۲)

فخر الدین رازی نے آپ کے تین بیٹے علی امام، موسیٰ اور یحییٰ اور پانچ بیٹیاں فاطمہ، بہجت، بریھہ، حکیمہ اور خدیجہ کو نقل کیا ہے۔ (۳)

عمری نے آپ کے چار بیٹے محمد، علی، موسیٰ، حسن اور چار بیٹیاں حکیمہ، بریھہ، امامہ، فاطمہ کو ذکر کیا ہے۔ (۴)

اتنے اختلاف کے باجود چودہ ستارے کے مؤلف محترم کا یہ دعویٰ کہ آپ کے اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، یہ دعوی اتفاق کہا گیا؟ البتہ مخفی نہ رہے کہ اردو دانوں کے لیے چودہ ستارے بہترین کتاب ہے والعصمۃ لاھلھا۔

آپ کی نسل امام علی نقی علیہ السلام اور موسیٰ مبرقع کے ذریعہ بڑھی، موسیٰ مبرقع کی اولاد قم شہر میں ہے اور ان کی نسل ان کے بیٹے احمد کے ذریعہ چلی حضرت موسیٰ مبرقع کا روضہ قم شہر میں چہل اختران کے پاس ہے۔

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۹۵؛ انور الابصار، ص ۳۳۰۔

۲۔ دلائل الامامۃ، ص ۳۹۷۔

۳۔ الشجرۃ المبارکۃ، ص ۹۲۔

۴۔ المجدی فی انساب الطالبین، ص ۳۲۳۔

امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد

شیخ مفیدؒ نے آپ کی اولاد کو چار بیٹے اور ایک بیٹی تحریر کیا ہے۔

امام حسن عسکری، حسین، محمد، جعفر (المعروف بالکذاب) اور عائشہ۔(۱)

سمرقندی نے آپ کی اولاد چار لکھی ہے اور لکھا ہے کہ آپ کی نسل تین بیٹوں کے ذریعہ سے بڑھی۔ ابو محمد حسن، ابو جعفر محمد، ابو عبداللہ جعفر۔(۲)

شبلنجی نے آپ کے تین بیٹے اور ایک بیٹی لکھی ہے (۳) ابن ابی ثلج نے آپ کے صرف تین بیٹے لکھے ہیں۔(۴) اور بعض نے لکھا ہے کہ آپ کی نسل دو بیٹوں سے بڑھی۔(۵)

طبری نے آپ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں بیان کی ہیں۔(۶)

رازی نے آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ذکر کی ہیں۔

امام حسن عسکری، جعفر (کذاب)، حسین، موسیٰ، محمد، علی۔

عائشہ، فاطمہ، بریہہ، بریہہ نے محمد بن موسیٰ بن محمد التقیؒ کے ساتھ شادی کی تھی۔(۷)

مناقب آل ابی طالب میں عائشہ کی جگہ علیّہ نام آیا ہے اور ابن ثلج نے آپ کی کسی بیٹی کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ گذر چکا ہے۔

مخفی نہ رہے کہ جعفر کذاب کی اولاد بکثرت ہوئی۔ ان کو کذاب اس لئے کہتے ہیں کہ انہوں نے

۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۳۱۱، ۳۱۲۔ تاج الموالید، علامہ طبری، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۱۳۲۔

۲۔ تحفۃ الطالب، ص ۵۶۔

۳۔ نور الابصار، ص ۳۳۷۔

۴۔ تاریخ الائمہ، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۲۱۔

۵۔ عمدۃ الطالب، ص ۲۳۲۔

۶۔ دلائل الامامہ، ص ۲۱۲۔

۷۔ شجرۃ المبارکہ، ص ۹۲۔

اپنے بھائی امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد اپنی امامت کا دعویٰ کر دیا تھا البتہ منقول ہے کہ انہوں نے اپنے افعال سے توبہ کر لی تھی ان کی مثال بھی ایسے ہی تھی جیسے برادران یوسفؑ کی۔

چودہ ستارے کے صفحہ نمبر ۵۲۹ کے حاشیہ پر، مؤلف کتاب نے علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ریٹائرڈ جج ریاست پٹیالیہ کی تحریر کو لکھا ہے۔۔۔۔(کہ جعفر کذاب) ان کی اولاد ان کو جعفر تواب کہتی ہے اور اپنے آپ کو ''رضوی'' کہلاتی ہے۔۔۔۔سادات امروہہ انہیں کی نسل سے ہیں۔۔۔۔

چودہ ستارے کے مؤلف محترم نے یہ تحریر لکھنے کے بعد قاضی صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے نزدیک مصنف کو یا تو علم نہیں یا انہیں دھوکہ ہو گیا ہے۔ دراصل جناب جعفر علیہ الرحمہ کی اولاد کو نقوی کہا جاتا ہے۔

قاضی صاحب پر مولانا صاحب کا یہ اعتراض کرنا ہرگز سزاوار نہیں تھا۔ جعفر تواب کی اولاد کو ان کے جد امام رضا علیہ السلام کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے ان کو رضوی کہا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ عمدۃ الطالب کے صفحہ ۲۴۲ پر صراحت موجود ہے کہ ''**يقال لولده: الرضويون نسبة الى جدهم الرضا عليه السلام**''

چنانچہ علامہ نسابہ سمرقندی نے بھی اپنی کتاب تحفۃ الطالب کے ص ۵۹ پر لکھا ہے: **و يقال لولده الرضويون** ۔ البتہ ان کی اولاد کو امام نقی علیہ السلام کی وجہ سے نقوی بھی کہا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے خلاصہ یہ کہ جعفر تواب کی اولاد کو رضوی کہا جا سکتا ہے۔ جس کا مؤید یہ ہے کہ امام رضا علیہ السلام کے بعد آنے والے آئمہ کو ابن الرضاؑ کہا جاتا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے بعد ایک ہی بیٹے امام محمد مہدی (عج) کو چھوڑا۔(۱)

البتہ امام حسن علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کل کتنی اولاد تھی بہر حال جو تعداد بھی تھی امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ دوسری اولاد امام علیہ السلام کی زندگی میں ہی وفات پا گئی۔

ابن ابی ثلج نے لکھا ہے کہ آپ کے دو بیٹے حضرت محمد، موسیٰ اور دو بیٹیاں بنام فاطمہ اور عائشہ تھیں (☆) پھر انہوں نے کہا ہے کہ علی فریابی کا عقیدہ یہ ہے کہ فاطمہ، امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد سے تھیں۔(۲)

۱۔ نور الابصار، ص ۳۳۱، الاتحاف بحب الاشراف، ص ۱۷۹۔

☆۔ ابن ابی ثلج نے ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اولاد میں سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے کسی امام کی اولاد میں عائشہ نام کو ذکر نہیں کیا۔

فخر رازی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی بیٹی کے نام کو عائشہ کی جگہ پر ام موسیٰ ذکر کیا ہے۔(الشجرۃ المبارکۃ، ص ۹۳)

تو اس بناء پر امام علیہ السلام کی کسی بیٹی کا نام عائشہ نہیں ہے وثانیاً ممکن ہے اصلی نام میں تحریف ہوئی ہو اور اسے عائشہ نام بنا دیا گیا ہو کما مر۔ وثالثاً بعض علماء نے ائمہ علیہم السلام کی بعض بیٹیوں کا نام جو عائشہ ذکر کیا ہے اولاً تو اس میں تحریف کا قوی احتمال پایا جاتا ہے وثانیاً بر فرض یہی نام ہی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے یہ نام عائشہ بنت ابی بکر کی وجہ سے رکھا ہو کیونکہ ممکن ہے اس نام کی کوئی اور زاہدہ عورت گزری ہو اور اس کے نام پر یہ نام رکھا ہو۔ اذا جاء الاحتمال فبطل الاستدلال۔

جب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے بیٹے عثمان کے نام رکھنے کی صاف وجہ بتا دی ہے کہ میں نے یہ نام اپنے بھائی عثمان بن مظعون کی خاطر رکھا ہے نہ کہ عثمان بن عفان کی وجہ سے۔ تو اس سے آشکارا معلوم ہے کہ اگر ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنی اولادوں میں سے بعض کے مشابہ نام رکھے ہوں تو اس کی کوئی اور علت ہے۔ فتدبر واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اولادوں میں کسی کا نام ابوبکر وعمر وعثمان نہیں ہے، ہاں حضرت علی نے اپنے ایک بیٹے کا نام عثمان، عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا تھا جس کی آپ نے تصریح بھی کی تھی جیسا کہ گذر چکا ہے۔ نیز ائمہ طاہرین علیہم السلام کی بیٹیوں میں کسی کا نام عائشہ نہیں ہے جن کتب میں یہ نام نقل ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اصلی ناموں میں تحریف کی گئی ہے۔

۲۔ تاریخ الائمہ، نقل از مجموعہ نفیسہ، ص ۲۲۔ حضرت فاطمہ بنت امام حسن عسکری سے منسوب قبر ایران کے شہر کاشان کے اطراف میں ہے حقیر راقم الحروف کو کئی بار ان کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ کاشان شہر اور اطراف میں بہت ساری زیارتیں ہیں، مشہد اردھال میں امام باقر علیہ السلام کے بیٹے سلطان علی کا روضہ ہے ان کی شہادت بھی بڑی مظلومانہ ہوئی تھی۔ وہاں دیگر زیارات بھی ہیں زائرین غفلت نہ کریں۔ مخفی نہ ہے کہ آل محمد علیہم السلام کے قبور کی زیارت، مودت محمد و آل محمد علیہم السلام کا ایک واضح مصداق اور اجر عظیم کا موجب ہے۔

فخر رازی نے بھی یہی لکھا ہے کہ آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ البتہ انہوں نے عائشہ کی جگہ ام موسیٰ کو بیٹی لکھا ہے تو اس بناء پر آپ کی کسی بیٹی کا نام عائشہ نہیں ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے علاوہ باقی تینوں اپنے والد گرامی کی زندگی میں ہی رحلت کر گئے تھے۔ (۱)

اعتراض: نواصب یہ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ کے بعض ائمہ، کنیزوں کی اولاد ہیں۔

جواب: اولاً تو اسلام میں کنیزوں سے شادی کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے جیسا کہ پیغمبر اسلامؐ نے جنگ خیبر میں اسیر شدہ (کنیز) حضرت صفیہ سے شادی کی تھی بعبارت دیگر حضرت صفیہ، آپ کی زوجیت میں تھیں وثانیاً حضرت ابراہیم خلیل کی زوجہ حضرت ہاجرہ خاتون کنیز تھیں اور ان سے حضرت اسماعیل نبی پیدا ہوئے اور حضرت اسماعیل کی نسل سے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اگر ابراہیم خلیل کی معصوم اولاد کنیز سے ہوسکتی ہے تو اگر ہمارے بعض ائمہ علیہم السلام کنیز کی اولاد سے ہوں تو اس میں بھی کوئی منقصت نہیں ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت امام محمد مہدی (عج) زندہ ہیں اور آخر الزمان میں باذن اللہ ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل وانصاف کے ساتھ بھر دیں گے۔

حضرت امام مہدی (عج) کے بارے میں مخالفین کے اعتراضات کے محکم اور متقن جوابات ہم نے اپنی تحقیقی کتاب دفع الشبہات عن الامام المہدی علیہ السلام میں دیئے ہیں۔

تذکر: اپنی ذکور اور اناث اولادوں کے نام، انبیاء و اوصیاء اور ان کی اولادوں کے ناموں پر رکھنے چاہیے اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے دشمنوں کے ناموں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ایک صحابی نے اپنی بچی کا نام حمیراء (۲) رکھا تو امام علیہ السلام نے اس نام کو تبدیل کرنے کا حکم دیا تھا۔ (۳)

۱۔ الشجرۃ المبارکۃ، ص ۹۲۔۹۳۔
۲۔ مخفی نہ رہے کہ عائشہ کو حمیرا بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ حضورؐ نے عائشہ کو اپنے بعد (حضرت علی علیہ السلام) سے جنگ کرنے سے منع کرتے ہوئے اس کو حمیرا کہا ہے۔ مناقب علی بن ابی طالب لابن مردویہ ص ۱۶۲۔ جمعہ حرز الدین، المناقب خوارزمی ص ۱۷۶، رقم ۲۱۳ و کتب دیگر۔
۳۔ الوسائل، کتاب النکاح، باب ۲۲ من ابواب احکام الاولاد ح ۳۔

بچوں کے نام: حکم، حکیم، خالد، مالک، حارث، ضریس وغیرہ نہ رکھنے چاہئیں۔(۱)

۱۔ الوسائل، کتاب النکاح، باب ۲۸۔

العدل/

مؤلف کے قلمی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ آثار

ناشر: مؤسسہ جوادالائمہ (ع)

۱ . وضوء النبی (ص)
۲ . صلاة النبی (ص)
۳ . صراط النجاة
۴ . پاسخ به شبهات و اعتراضات به عزاداری امام حسینؑ
۵ . اجوبة الأسئلة (سوالوں کے جوابات)
۶ . الشهادة الثالثة
۷ . صلاة الجمعة
۸ . صلاة العیدین
۹ . علمی رسائل
۱۰ . کردار بنی أمیّه
۱۱ . الموضوعات
۱۲ . فضائل الشیعه
۱۳ . آداب الدعاء
۱۴ . دفع الشبهات عن الامام المهدی (ع)
۱۵ . دفع الشبهات عن ایمان سیدنا أبی طالب (ع)
۱۶ . التحقیق فی آیة الغار
۱۷ . حقیقت چیست؟ بضمیمه رسالة تحقیقی بیعت رضوان
۱۸ . تفسیر آیة تطهیر
۱۹ . مستند المناظرین
۲۰ . عقائد الشیعة
۲۱ . قواعد الحدیث و اصطلاحاته
۲۲ . البیان
۲۳ . اولاد المعصومین علیهم السلام
۲۴ . العدل
۲۵ . دفع الشبهات عن الشیعه
۲۶ . وتالیفات دیگر

تحقیقی رسالہ

العدل

بقلم

سماحہ آیۃ اللہ علامہ سید مظہر علی شیرازی دامت برکاتہ

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ علیہم السلام پاکستان

نام: العدل

مؤلف: سماحۃ آیۃ العلم والفضیلۃ علامہ سید مظہر علی شیرازی دامت برکاتہ

تاریخ: محرم الحرام ۱۴۳۳ھ ق

تعداد: ۱۰۰۰

ناشر: مؤسسہ جوادالائمہ علیہم السلام پاکستان

رابطہ برائے ایران: 0098-9196650627

رابطہ برائے پاکستان: 0092-3084198055

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہ

اَللّٰهُمَّ

كُنْ لِّوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ ابْنِ
الْحَسَنِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى
اٰبَآئِهٖ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَ فِيْ كُلِّ
سَاعَةٍ وَّلِيًّا وَّحَافِظًا وَّ قَائِدًا وَّ
نَاصِرًا وَّدَلِيْلًا وَّعَيْنًا حَتّٰى تُسْكِنَهٗ
اَرْضَكَ طَوْعًا وَّ تُمَتِّعَهٗ فِيْهَا
طَوِيْلًا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَجِّلْ فَرَجَهُمْ
وَسَهِّلْ مَخْرَجَهُمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ولہ الحمد

مقدمہ

یہ رسالہ عدل کے بارے میں ہے اور عدل اصول دین سے ہے۔عدل کے بارے میں بحث، خاص اہمیت کی حامل ہے چونکہ شیعہ اور اہل سنت کے درمیان اس موضوع پر گفتگو اور بحث ہے۔حوزہ علمیہ قم المقدسہ میں ہمارے بعض عزیزوں نے اس موضوع پر بحث کرنے کی ہم سے خواہش کی تو ہم نے عدل اور اس کی فروعات کے بارے میں جن مطالب کو بیان کیا اس کو اہل ذوق اور دیگر مومنین کے استفادہ کی خاطر رسالہ حذا کی صورت میں تدوین کیا گیا ہے۔

خداوند متعال بحق محمد وآل محمدؐ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور سب کو حق سمجھنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

سید مظہر علی شیرازی

قم المقدسہ

۱ج۱۴۳۱/۱ھ ق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

العدل

لغت میں عدل، جور کی نقیض کو کہتے ہیں۔(۱)

مصباح کفعمی (۲) میں ہے: **العدل ای ذو العدل و هو مصدر أقیم مقام الاصل، و صف به سبحانه للمبالغه لکثرة عدله و العدل هو الذی لا یجور فی الحکم۔**

العدل یعنی صاحب عدل اور یہ مصدر ہے جس کو اصل کی جگہ پر رکھا گیا ہے عدل کے ساتھ خدا کا وصف بیان کیا گیا ہے، مبالغہ کی وجہ سے چونکہ اس کا عدل بہت ہے اور عادل وہ ہے کہ جو حکم میں جور نہیں کرتا۔

علامہ شبر عدل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عدل سے مراد یہ اعتقاد رکھنا کہ خداوند متعال اپنی مخلوقات میں عادل ہے اور ان پر ظلم نہیں کرتا اور قبیح فعل انجام نہیں دیتا، واجب میں اخلال نہیں ڈالتا۔ اپنے حکم میں جور نہیں کرتا، مطیعوں کو ثواب دیتا ہے اور گناہ گاروں کو عقاب کر سکتا ہے، مخلوق کو تکلیف مالا یطاق نہیں دیتا۔ یعنی جس چیز کی وہ طاقت وقدرت نہیں رکھتے وہ چیز ان پر لاگو نہیں کرتا۔ جتنا کوئی سزا کا مستحق ہوتا ہے اتنی ہی سزا دیتا ہے اس سے زیادہ نہیں دیتا۔

مستحق اجر وثواب کو عذاب وعقاب نہیں کرتا، خدا اپنے بندوں کو افعال پر خصوصاً قبائح پر جبر نہیں کرتا۔ قبیح افعال پر ان کو عقاب کرتا ہے۔

ان امور مذکورہ پر قرآن وسنت کے علاوہ ضرورت اور بداہت عقلی دلالت کرتی ہے۔

۱۔ کتاب العین، للخلیل ج ۲ ص ۳۸۔

۲۔ ص ۳۲۲۔

خدا عادل ہے

خدا کے عادل ہونے کے دلائل

پہلی دلیل: عدل، صفت کمال ہے اور خداوند متعال سب کمالات کا مالک ہے۔

دوسری دلیل: عدل کے مقابلے میں ظلم ہے اور ظلم، ہر عاقل کے نزدیک برا ہے، خدا ہر برائی سے منزہ اور پاک ہے لہٰذا وہ ظالم نہیں ہو سکتا، پس وہ عادل ہے۔

تیسری دلیل: خدا نے اپنے آپ سے ظلم کی نفی کی ہے ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾(۱) خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا، پس وہ عادل ہے۔

نوٹ: مخفی نہ رہے کہ خداوند متعال، تکوینیات میں بھی عادل ہے اور تشریعات اور جزاء دینے میں بھی عادل ہے۔

۱۔ سورۂ نساء، آیت ۴۰۔

حسن وقبح

حُسن وقبح عقلی ہیں۔ شیعہ امامیہ اور کچھ معتزلہ (۱) کا نظریہ یہ ہے کہ حسن وقبح عقلی ہیں یعنی قطع نظر اس کے شریعت وارد ہو، بذات خود اشیاء کے لیے حسن وقبح ہے بعض کا حسن وقبح بضرورت عقل معلوم ہو جاتا ہے۔ جیسے کحسن الصدق النافع (صدق نافع کا حسن) اور مضر جھوٹ کا قبح۔ اور بعض کا حسن وقبح نظر اور دقت کے ساتھ معلوم ہو جاتا ہے جیسے **کحسن الکذب النافع و قبح الصدق الضار** ، اور بعض کا حسن وقبح، کے ادراک سے عقل عاجز ہے ان چیزوں کے حسن وقبح کو شرع کشف کرتی ہے جیسے ماہ رمضان کا پہلا روزہ رکھنا۔ یا اول شوال کو روزہ کا حرام ہونا۔

اشاعرہ (۲) کا نظریہ یہ ہے کہ حسن وقبح شرعی ہیں عقل کسی چیز کے حسن وقبح کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ حاکم شرع ہے اگر شارع ظلم کا حکم دے دے تو وہ حُسن ہو جائے گا اور اگر عدل سے منع کر دے تو وہ قبیح ہو جائے گا۔ اشاعرہ کا نظریہ بچند وجوہ باطل ہے۔

اولاً: یہ کہ اشاعرہ نے بداہت اور ضرورت کا انکار کیا ہے جو شخص کچھ بھی عقل وشعور رکھتا ہے وہ بداہۃً جانتا ہے کہ صدق نافع حُسن ہے اور کذب ضار قبیح ہے۔

وثانیاً: اگر حسن وقبح شرعی ہیں تو جو لوگ شریعتوں اور ادیان کے منکر ہیں جیسے براہمہ وہ حسن وقبح کا حکم نہ لگاتے حالانکہ وہ ضرورت عقل کے ساتھ حسن وقبح کا حکم لگاتے ہیں۔

ثالثاً: عقلاً کسی اپاہج (لنگڑے لولے) اور فالج زدہ کو اڑنے کا حکم دینا قبیح ہے۔ اور اندھے کو قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دینا اور اس کے ترک پر عذاب دینا عقلاً قبیح ہے۔ متقی عالم کی مذمت قبیح ہے اور جاہل فاسق کی مدح کرنا قبیح ہے اور اس چیز کا انکار واضح ضروریات کا انکار ہے۔

ورابعاً: جو ہمارے ساتھ ہمیشہ نیکی کرے اور جو ہمیشہ ہمارے ساتھ بدی کرے ضرورت اس بات پر حکم کرتی ہے کہ ان دو چیزوں میں فرق ہے پہلا نیکو ہے اور دوسرا مذموم۔ پہلے کی مذمت اور

۱۔۲۔ یہ دونوں اہل سنت کے گروہ ہیں۔

دوسرے کی مدح قبیح ہے اس مطلب میں مشکک ،مکابر (ہٹ دھرم) ہے
مخفی نہ رہے کہ علامہ شبر نے اپنی کتاب حق الیقین میں حسن وقبح کے عقلی ہونے پر نو دلیلیں پیش کی ہیں۔

خدا کے سب افعال حکمت اور صواب پر مبتنی ہیں

خدا کے سب افعال حکمت اور صواب پر مبتنی ہیں جن میں ظلم و جور نہیں ہے، جن میں جھوٹ، عیب اور فاحشہ نہیں ہے، فواحش، قبائح، جہل و نادانی یہ بندوں کے افعال میں ہے، خدا اپنے علم و قدرت کی وجہ سے ان امور سے بری ہے۔ اور اشاعرہ کے اس قول کی وجہ سے کہ خیر وشر کا خالق خدا ہے اور وجود میں، اس کے سوا کوئی موثر نہیں ہے کہ نظریے پر لازم آئے گا کہ سب فواحش اور قبائح خدا سے صادر ہوئے ہیں۔ حالانکہ خدا کی ذات اس سے کہیں بلند ہے "تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیرا" پس اشاعرہ کا نظریہ باطل ہے۔

خدا اپنے افعال پر بندوں کو عقاب نہیں کرتا اور ان میں اپنی صنع پر ان کی مذمت نہیں کرتا

جیسے سیاہی سفیدی، طول اور قصر لمبا ہونا اور چھوٹا ہونا۔ جوانی اور بڑھاپے وغیرہ پر، خدا بندوں کے افعال قبیحہ زنا لواط وغیرہ پر عقاب کرتا ہے۔

اور اشاعرہ کا نظریہ کہ بندوں کے افعال خدا کی مخلوق ہیں اس نظریہ پر لازم آتا ہے کہ خدا لوگوں کو عقاب کرے گا اس پر جس کو انہوں نے انجام نہیں دیا بلکہ اپنے فعل پر بھی عقاب کرے گا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک، خدا اس چیز سے بلند ہے۔

خدا کے افعال معلل بہ اغراض ہیں

اور یہ مسئلہ حسن و قبح عقلی پر متفرع ہے، عدلیہ، خدا کے افعال کو معلل بہ اغراض جانتے ہیں اور اشاعرہ اس بات کے منکر ہیں۔

عدلیہ کی دلیل یہ ہے کہ خدا حکیم ہے اور حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور جو فعل عبث کو بغیر حکمت اور غرض کے انجام دیتا ہے وہ سفیہ ہے۔ اور ذات باری تعالی اس سے بلند ہے۔ ﴿**و ما خلقنا السموات و الارض وما بینهما لاعبین**﴾ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے بیکار لغو پیدا نہیں کیا۔ (۱)

﴿**وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون**﴾ میں نے نہیں پیدا کیا جنات اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں (۲) اشاعرہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر خدا کے افعال غرض کی وجہ سے ہوں تو اس سے لازم آئے گا کہ وہ ناقص ہے اور اس غرض کی وجہ سے کامل ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی غرض کا نفع خود خدا کی طرف نہیں ہے کیونکہ وہ عالمین سے بے نیاز ہے اس کا فائدہ خود بندوں کو ہے کہ وہ ثواب کو حاصل کریں۔ خدا اپنی ذات میں تام اور جمیع جہات سے کامل ہے۔

اور اشاعرہ کا نظریہ یہ ہے کہ خدا بغیر کسی غرض اور مصلحت کے فعل کو انجام دے سکتا ہے اور اس پر جائز ہے کہ وہ بندے کو بغیر کسی مصلحت اور غرض کے درد دے بلکہ اس کے لیے جائز ہے کہ کسی کو خلق کرے اور اسے بغیر کسی گناہ کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں عذاب کرے۔ **تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیرا۔**

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۱۶۔

۲۔ الذاریات، آیت ۵۶۔

خدا، کذابوں (جھوٹوں) کے ہاتھ پر معجزات ظاہر نہیں کرتا

خدا کی حکمت اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ معجزات خارق العادہ کاموں کو کذابوں کے ہاتھ پر ظاہر نہیں کرتا۔ سفہاء، فساق اور گناہ گاروں کو مرسل نہیں بناتا چونکہ عقل سلیم اور فطرت مستقیمہ ان چیزوں کو قبیح سمجھتی ہے اشاعرہ جو کہ حسن وقبح عقلی کے قائل نہیں ہیں وہ ان چیزوں کو نیکو سمجھتے ہیں۔

خدا کسی کو تکالیف مالایطاق نہیں کرتا

خدا کی حکمت میں جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف (حکم) دے اور یہ چیز عقل اور آیات وروایات سے ثابت ہے۔

جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے ﴿لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا﴾ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (۱)

﴿یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾ اور اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔ (۲)

﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ اور امور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔ (۳)

جمہور مخالفین نے مقام پر تعصب اور عناد کی وجہ سے مخالفت کی ہے اور قائل ہو گئے ہیں کہ خدا، مقطوع الید (جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو) کو لکھنے کا حکم دے سکتا ہے اور جس کے پاس مال نہ ہو اس کو زکوۃ کا حکم دے سکتا ہے اپاہج کو آسمان کی طرف اُڑنے کا آرڈر کر سکتا ہے خدا کسی کو اچھی لکھائی کرنے کا حکم

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۶۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۸۵۔

۳۔ سورۂ حج، آیت ۷۸۔

دے سکتا ہے جبکہ ان کو ہاتھ بھی نہ دے بلکہ ہوا میں بغیر قلم و دوات کے لکھنے کا حکم دے سکتا ہے اکثر مخالفین ان امور کے وقوع کے قائل ہیں چہ برسد ان کے جواز کا۔

خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا

امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو دین سے گمراہ نہیں کرتا اور خدا نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ اور اشاعرہ کا نظریہ یہ ہے کہ بندوں کے سب افعال، خدا کی مخلوق ہیں اور وہی موجد اور مکوّن ہے لٰذا یہ کہتے ہیں کہ خدا نے اپنے بہت سارے بندوں کو دین سے گمراہ کیا ہے حال یہ کہ خدا کی ذات اس چیز سے بلند و برتر ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرے۔

سوال: قرآن پاک کی آیہ مبارکہ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾(۱) کی کیا تفسیر ہے؟

جواب: خدا، کافر اور مؤمن کے مقتضیٰ کے مطابق رفتار کرتا ہے کافر چونکہ اپنی بدیوں کو نیکیاں سمجھتا ہے، زہر کو دوا سمجھ کر پیتا ہے خدا اس کو موت دے دیتا ہے کیونکہ اس نے اپنے اختیار سے زہر کو پیا ہے۔ چونکہ خدا نے زہر کو قاتل بنایا ہے ضلالت کو اس کے نفس مستعد پر مترتب کرتا ہے، کفر کے ساتھ ہدایت کو قبول نہیں کرتا۔ اور مؤمن اپنے گناہوں کو گناہ سمجھتا ہے اور زہر کو قاتل سمجھتا ہے پس اس سے اجتناب کرتا ہے اور اسے نہیں پیتا ہے خدا اس کو زندہ رکھتا ہے ہدایت کو نفس مستعدہ پر مرتب کرتا ہے۔

فان اللّٰہ یضل من یشاء سے مراد کافر ہے چونکہ اس نے خود اپنے اختیار سے کفر اختیار کر رکھا ہے اور وہ حق کی کوئی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہے خدا نے اس کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

اور **ویھدی من یشاء** سے مراد مؤمن ہے جو اپنے اختیار سے گناہوں سے بچتا ہے اور خدا اس کی توفیقات میں اور اضافہ فرما دیتا ہے۔

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۸۔

فالاضلال و الهداية تابعان لاقتضاء النفس لايمان و الكفر و للهدى و الضلال نسبة الاضلال الى الله سبحانه مقصورة على اضلاله تعالیٰ من اختار الكفر و الطغيان فلا تدل بوجه على اضلاله سبحانه أحداً قبل كفره بسوء اختياره فالله جلّ و علا يضلّ و يهدى حسب ما تقضيه النفس لهما فمن سلك طريق الكفر يذره الله تعالیٰ حتى يضلّ و يهدى من سلك طريق الهداية ﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾(۱)

فمن مهد نفسه و تهيأ للهداية هداه الله تعالیٰ اذ قال ﴿و يهدى اليه من ينيب﴾(۲)،(۳)

قاعدہ لطف:

وهو ما يقرب العبد الى الطاعة و يبعد عن المعصية ولا حظّ فى التمكين ولا يبلغ الالجاء۔

قاعدہ لطف سے مراد یہ کہ وہ (فعل) جو بندہ کو اطاعت کے قریب اور معصیت سے دور کرنے کا موجب بنے۔ البتہ ایجاد یعنی اکراہ مجبوری اور اضطرار کی حد تک نہ پہنچے (چونکہ الجاء اور اضطرار تکلیف کے منافی ہیں)

جیسے رسولوں کا بھیجنا، آسمانی کتابوں کا نازل کرنا، وعدہ وعید کا دینا وغیرہ۔

مخفی نہ رہے کہ امامیہ اور معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا پر لطف واجب ہے۔

۱۔ سورہ عنکبوت، آیت ۶۹۔

۲۔ سورہ شوریٰ، آیت ۱۳۔

۳۔ المیزان، ج ۳۳، ص ۲۶۹۔

سوال: آیا قاعدہ لطف اجماعی ہے یا اختلافی ہے؟

جواب: قاعدہ لطف کے بارے میں علماء امامیہ کے دو قول ہیں بعض، قاعدہ لطف کے قائل ہیں کہ خدا پر لطف واجب ہے اور بعض نے قاعدہ لطف کا انکار کیا ہے۔

سوال: قاعدہ لطف کے قائلین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: جو یہ چاہتا ہو کہ دوسرے سے فعل صادر ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ وہ اگر اس کی نسبت ملاطفت نہ کرے تو وہ فعل کو انجام نہیں دے گا اور ملاطفت بھی اس کے لیے مشقت نہ رکھتی ہو تو لازمی ہے کہ وہ ملاطفت پر اقدام کرے چونکہ اگر لطف کو ترک کرے گا تو نقض غرض (غرض کا ٹوٹ جانا) لازم آتا ہے اور نقض غرض، عقل کی رو سے قبیح ہے۔

سوال: قاعدہ لطف کے منکرین کی دلیل کیا ہے؟

جواب: اولاً تو بہت سارے لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جن کی نسبت لطف نہیں ہوا جیسے اہل غرب جن کے پاس عرصہ دراز تک اسلام کی آواز نہیں پہنچی۔ اس بناء پر ممکن ہے کہ ان کے لیے تکلیف (احکام) مصلحت نہ رکھتی ہو۔

وثانیاً: ارسال مرسل، بیان احکام اور جعل تکلیف سے صرف ارادہ تشریعیہ کشف ہوتا ہے کہ غرض لوگوں کی راہنمائی قطع عذر اور اتمام حجت ہے۔ افعال حسنہ کے انجام اور قبائح کے ترک پر ارادہ تکوینیہ کا ہونا معلوم نہیں ہے بلکہ یہ چیز بندوں کے اختیار میں دی گئی ہے۔

لیکن لطف کے بارے میں کلی طور پر کہیں گے کہ مصلحت رکھتا ہے لیکن اسے مخصوص موارد اور مصادیق کے بارے میں جہاں جہاں اس کا باری تعالیٰ سے صادر ہونا ثابت ہے اس میں مصلحت پائی جاتی ہے اور جہاں صادر نہیں ہوا وہاں مصلحت نہیں تھی اگر مصلحت ہوتی تو ضرور ہوتا۔

سوال: یہ جو کہا جاتا ہے کہ لطف خدا پر واجب ہے اس وجوب سے کیا مراد ہے؟

جواب: وجوب کے بارے میں جو اصطلاح فقہاء کی ہے کہ طلب الفعل مع منع من الترک

یا انشاء فعل نحو الفعل، متکلمین کے نزدیک یہ معنی ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ متکلمین کی اصطلاح میں کہ خدا پر فلاں کام واجب ہے۔اس وجوب سے مراد حسن فعل ہے۔**الوجوب هو حسن الفعل و ملائمته لکمال فاعله فی الاوصاف الکمالیة۔**

بعبارت دیگر متکلمین، مرحلہ ذات اور صفات ذاتیہ کے کمال میں اور مرحلہ فعل میں کے کمال میں فعلی ملازمہ کا ارادہ کرتے ہیں اور اسی چیز کو وہ وجوب کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ ان کی اصطلاح ہے۔(۱)

سوال: آیا آخرت میں ثواب، استحقاق کی وجہ سے ہے یا تفضل کی وجہ سے ہے؟

جواب: مسئلہ میں دو قول پائے جاتے ہیں اکثر متکلمین جن میں علامہ حلیؒ اور فاضل مقداد بھی ہیں کا نظریہ یہ ہے کہ مثوبات اخروی، استحقاق کی وجہ سے ہیں اور اس بات پر روایات بھی دلالت کرتی ہیں۔

اور بہت سارے محققین جن میں شیخ مفید بھی ہیں کا نظریہ یہ ہے کہ مثوبات اخروی تفضلی ہیں۔ چنانچہ بہت ساری روایات سے یہی مطلب مستفاد ہے کہ آخرت میں خداوند متعال اپنے فضل و کرم سے نوازے گا کوئی شخص عوض کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا کیونہ بندے کی عبادت سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اگر انسان ساری زندگی بھی عبادت کرتا رہے تو خدا کی چھوٹی سی نعمت کا عوض بھی نہیں دے سکتا اور خدا نے انسان کو اتنی نعمات عطاء کی ہیں کہ اگر ان کو گننا بھی چاہے تو نہیں گن سکتا۔آیت اللہ سید بروجردیؒ فرماتے ہیں کہ خدا نے جو اپنے بندوں کو حکم دیئے ہیں کہ فلاں کام کرو تو اس کا نفع خود انسان کو پہنچے گا اگر طبیب، مریض کو حکم دے کہ یہ دواء استعمال کرو تمہارے لیے مفید ہے اور مریض دواء کو استعمال کر کے مرض سے نجات پائے تو کیا مریض کو یہ حق پہنچتا ہے کہ مہربان طبیب سے اجرت کا

۱۔القواعد الکلامیہ،ص ۷۵۔

مطالبہ کرے کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے اور دواء کو استعمال کیا ہے لہذا آپ مجھے اجرت دیں، ہرگز اس مطالبہ کا حق نہیں رکھتا بلکہ اگر مطالبہ کرے تو عقلاء اسے بے وقوف کہیں گے۔(۱)

سوال: زیر بحث مسئلہ میں مختلف روایات اور اقوال کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے کیونکہ آیات، روایات میں اجر اور جزاء کی تعبیر آئی ہے؟

جواب: **اولاً:** تو بعض بزرگان نے تصریح کی ہے کہ استحقاق سے مراد، لیاقت اور ثواب پانے کی استعداد مراد ہے جب بندہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے تو اس میں لیاقت اور اہلیت ہوتی ہے کہ وہ وعدہ الٰہی جو کہ اطاعت گزاروں کے لیے ہے اس کو پالے۔ تو یہ خود تفضل ہے تو اس صورت میں نزاع لفظی ہو جائے گا۔

ثانیاً: خدا نے اپنے بندوں کو وعدہ دیا ہے کہ اگر وہ خدا کی اطاعت اور اس کی عبادت کریں تو خدا ان کو ثواب، فیوضات اور درجات عطا فرمائے گا اور خدا پر وعدہ خلافی قبیح ہے۔

لہذا اگر کوئی بندہ، خدا کی اطاعت اور اس کی عبادت کرے تو قیامت کے دن، وعدہ الٰہی کا مطالبہ کرے تو یہ صحیح ہے (مخفی نہ رہے کہ وعدہ سے وثوق پیدا ہو جاتا ہے انبیاء و اوصیاء کے قول (فرمان) پر اعتماد کا موجب ہے)۔ ثواب تفضل کی وجہ سے ہے اور مطالبہ، وعدہ کی وجہ سے ہے۔

نیز مخفی نہ رہے کہ مسئلہ زیر بحث عدل کی فروعات سے ہے۔

سوال: جب خدا عادل ہے تو بعض لوگوں کا اپنے اہداف میں ناکام، یا بیمار ہونا یا ناقص الخلقت، نابینا پیدا ہونا یا بہرا اور مفلوج ہونا وغیرہ یہ سب چیزیں عدل الٰہی کے ساتھ کیسے سازگار ہو سکتی ہیں؟

جواب: جب یہ بات عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہے کہ خدا، حکیم اور عادل ہے کوئی کام بغیر حکمت کے انجام نہیں دیتا تو معلوم ہے کہ مذکورہ امور میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے اور اگر ہم ان امور کی حکمت کو نہ جان سکیں تو یہ ہماری آگاہی کی محدودیت ہے۔

۱۔ غایۃ الاصول، ص ۱۸۵۔۱۸۶۔

البتہ مخفی نہ رہے کہ کچھ ناکامیوں اور بیماریوں کا موجب اصلی خود انسان ہے مثلاً اگر کوئی طالب علم محنت نہ کرے تو اب اگر اسے ناکامی ہوتی ہے تو وہ خود اس کی اپنی طرف سے ہے یا کوئی گلی سڑی خوراک کھائے اور اس کی وجہ سے بیمار ہو جائے تو یہ بھی اس کی اپنی غلطی کی وجہ سے ہے۔

یا جو نظم و ضبط سے کام نہ لے تو اگر اس سے کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کی خود کوتاہی کی وجہ سے ہوگی۔

اگر والدین نکاح اور مجامعت کے بارے میں اسلامی دستورات کی رعایت نہ کریں تو اس کے اثر میں اگر بچہ ناقص الخلقت پیدا ہو جائے اگر چہ بچہ بے قصور ہے لیکن اس کے والدین کے ظلم و جہل کی وجہ سے بچے پر طبعی اثرات کی وجہ سے وہ ناقص پیدا ہو تو اس کا موجب اس کے والدین بنے ہیں۔ لٰذا چاہیے کہ نکاح اور جماع میں اسلامی دستورات کی مراعات کریں۔ مخفی نہ رہے کہ ہم نے اس سوال کا جواب اپنی کتاب عقائد الشیعہ میں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

قضاء و قدر

قضاء کے لغت میں بہت معانی ذکر ہوئے ہیں: ۱۔ خلق کرنا ۲۔ امر ۳۔ اعلام ۴۔ حکم ۵۔ فعل ۶۔ اتمام ۷۔ حاجت کا پورا کرنا ۸۔ معانی دیگر

اصطلاح میں قضاء، افعال الٰہی جو کہ اس دنیا میں مخلوقات کی نسبت جاری ہوتے ہیں کا نام ہے۔

قضاء و قدر کا مسئلہ عدل الٰہی کے باب میں نہایت اہم اور دقیق مسئلہ ہے اس کو سمجھنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے چونکہ یہ خدا کے اسرار میں سے ایک راز ہے جس کو اہل راز ہی سمجھ سکتے ہیں اس کو سمجھنے کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں بھی نہیں ڈالنا چاہیے چنانچہ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

طریق مظلم فلا تسلکوہ و بحر عمیق فلا تلجوہ و سرّ اللّٰہ فلا تتکلّفوہ۔(۱)

۱۔ نہج البلاغہ، کلمات قصار، ۲۸۷۔

یہ ایک اندھیرا راستہ ہے اس پر نہ چلو اور گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو اور یہ اللہ کا راز ہے اس کو کشف کرنے کے لیے اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو۔

مخفی نہ رہے کہ کلی طور پر قضاء و قدر کے بارے میں ہر مسلمان اعتقاد رکھتا ہے اختلاف اس کی تفسیر میں ہے۔ جبری گروہ نے مقام میں غلط تفسیر کی ہے۔

قدر

قدر کے بھی کئی معانی ذکر ہوئے ہیں: ۱۔ اندازہ و مقدار ۲۔ عظمت و شرافت

۳۔ اقتدار، توانائی، طاقت و قوت، ان کو قدرت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے

۴۔ کتابت ۵۔ بیان و اخبار

اصطلاح میں قدر، ہر چیز کی حد اور اندازہ جس کے مطابق سب امور واقع ہوتے ہیں کا نام ہے اور اس کی برگشت علم کی طرف ہوتی ہے یعنی خداوند متعال اشیاء کی حدود اور مقادیر کا عالم ہے تو اس بناء پر یہ صفات ذات سے ہو جائے گی۔

بندوں کے افعال

سوال: بندوں کے اعمال کے بارے میں کتنے نظریے پائے جاتے ہیں؟

جواب: بندوں کے اعمال کے بارے میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

۱۔ جبریہ:

جبریہ (اہل سنت کا ایک گروہ ہے) ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے سب افعال، ایمان، کفر، اطاعت، معصیت، افعال جوارح جیسے آنا، جانا، اٹھنا، بیٹھنا، حرکت، سکون (ساکن ہونا) وغیرہ یہ سب خدا کے فعل ہیں۔ انسان ان سب کاموں میں مجبور ہے وہ صرف آلہ ہے کہ خداوند اسے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ جہاں چاہے پھیر دے خود انسان کوئی ارادہ اور اختیار نہیں رکھتا یہ نظریہ اشاعرہ

اور بعض حکماء کا ہے۔

اور ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ خود فعل خدا سے ہے اور بندہ صرف کسب (۱) کرتا ہے اور کسب کے معنی کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ کسب سے مراد کیا ہے؟

دوسرا نظریہ مفوضہ کا ہے، فرقہ معتزلہ اور زیدیہ کے اکثر لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مستقل ہیں جتنے کام انسانوں سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خود ان کے اپنے ہیں خداوند متعال ان کے کاموں میں کچھ دخالت نہیں رکھتا۔

تیسرا نظریہ شیعہ کا ہے کہ فعل، انسان کے ارادہ اور اختیار سے صادر ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود انسان اپنے فعل میں مستقل نہیں ہے بلکہ خدا کی قدرت کا محتاج ہے یعنی شیعہ کا نظریہ یہ ہے کہ جبر بھی نہیں ہے جیسا کہ اشاعرہ قائل ہیں اور تفویض بھی نہیں ہے جیسا کہ معتزلہ قائل ہیں لیکن امر بین الامرین ہے۔ دونوں امروں کی درمیانی صورت ہے۔ یہ دقیق نظریہ ہے جو کہ روایات معصومین علیہم السلام سے مستفاد ہے۔

مخفی نہ رہے کہ نظریہ جبری، باطل ہے اور اس کے بطلان پر درج ذیل دلیلیں دلالت کرتی ہیں:

پہلی دلیل: جبریہ کا نظریہ، حس، وجدان اور عقل کے مخالف ہے کیونکہ ہر عاقل کے نزدیک مرتعش کے ہاتھوں کی حرکت اور صحیح و سالم کے ہاتھ کی حرکت میں فرق ہے۔

مرتعش کے ہاتھ کی حرکت اس کے اختیار میں نہیں ہے اور صحیح و سالم کے ہاتھ کی حرکت اس کے اختیار میں ہے چاہے تو حرکت دے چاہے نہ دے۔

اگر کسی کو چھت سے گرا دیا جائے اور کوئی چھت سے سیڑھیوں کے ذریعہ سے نیچے آئے تو ان میں فرق ہے کیونکہ سیڑھیوں سے آنے والا نہ آنے پر قدرت رکھتا ہے بخلاف گرنے والے کے۔

۱۔ یعنی اطاعت اور معصیت کا عنوان اس پر صادق آتا ہے اور اس سے انتزاع ہوگا۔ بعض کا خیال ہے کہ انسان جب کسی کام کرنے پر تصمیم کرتا ہے تو خدا اس کام کو ایجاد کر دیتا ہے۔

اگر بندوں کے افعال اختیاری نہ ہوتے تو ان کے افعال میں فرق نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ سب کے افعال ایک جیسے ہوتے حالانکہ فرق ہے۔

دوسری دلیل: اگر فرض کریں کہ لوگ اپنے افعال (کاموں) میں مجبور ہوں تو پھر رسولوں کو بھیجنے اور آسمانی کتابوں کے نازل کرنے اور احکام کو لاگو کرنا، ثواب اور عقاب کا وعدہ وعید دینا۔ یہ سب لغو اور قبیح ہو جائیں گے کیونکہ یہ سب چیزیں تکلیف (احکام) کے متعلقات سے ہیں حکم کے تحقق کی شرط، قدرت ہے اور فرض یہ ہے بندہ قدرت نہیں رکھتا (مجبور ہے)

تیسری دلیل: بندوں سے جب فعل قبیح صادر ہوں تو جبریہ کے مسلک کی بناء پر لازم آئے گا کہ ان افعال قبیحہ کا فاعل خود خدا ہے حالانکہ اس کی ذات، قبائح کے ارتکاب سے منزہ ومبرّا ہے۔

چوتھی دلیل: اگر بندوں کے افعال (کام) خدا کے افعال ہوں تو اس سے الازم آئے گا کہ وہ (نعوذ باللہ) ظالموں سے بھی ظالم تر ہے کیونکہ جس کام کو خود انجام دیتا ہے اس پر بندوں کو عقاب کرے گا۔

پانچویں دلیل: یہ کہ اگر بندوں کے افعال خود خدا کے افعال ہوں تو پھر مطیع اور عاصی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔

چھٹی دلیل یہ کہ بہت ساری آیات قرآنی دلالت کرتی ہیں کہ بندوں کے افعال خود ان کے مستند ہیں:

﴿فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾(۱)

پس وائے ہو اُن لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر (لوگوں سے) کہتے (پھرتے) ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں سے آئی ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۷۹۔

تو اس آیت میں خدا نے کتابت کی نسبت خود ان کی طرف دی ہے۔

﴿إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾(۱)

بے شک خدا کسی قوم کے حالات کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے کو تبدیل نہ کرے۔

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه ☆ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه﴾(۲)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرہ برابر بدی کی ہے تو اُسے دیکھ لے گا۔

﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ﴾(۳)

اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔

اَمّا مفوضہ: جبریہ نظریے کے ردّ میں جو کہ اعتراضات اور دلائل دیئے گئے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے مفوضہ نے یہ تو ہم کیا ہے کہ بندے اپنے افعال میں مستقل ہیں جو کچھ کرتے ہیں اپنے ارادہ و اختیار سے کرتے ہیں اور خدا ان کے کاموں میں کچھ دخالت نہیں رکھتا۔

یہ نظریہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حس اور وجدان کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ کتنے کاموں میں انسان پوری کوشش کرتا ہے اور اس کے لیے سب اسباب اور وسائل فراہم کرتا ہے لیکن اس کے باوجود کاموں میں کامیاب نہیں ہوتا۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ کسی نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے پوچھا کہ کس چیز کے ساتھ آپ نے اپنے رب کو پہچانا تو آپ نے فرمایا: فسخ عزائم، ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا۔ میں نے کسی

۱۔ سورہ رعد، آیت ۱۱۔

۲۔ سورہ زلزال، آیت ۷-۸۔

۳۔ سورہ ہود، آیت ۱۰۱۔

کام کا قصد کیا پھر میں نے اپنے درمیان اور اپنے قصد کے درمیان حائل کو پایا، میں نے ارادہ کیا مثلاً سفر پر جاؤں۔ قضاء الٰہی نے ارادہ کی مخالفت کی پس میں نے جانا کہ امور کی تدبیر کرنے والا میرا غیر ہے۔

دوسری دلیل یہ کہ تفویض والا نظریہ باری تعالیٰ کی سلطنت میں، توہین آمیز ہے۔

تیسری دلیل یہ کہ نصوص قرآن، اس نظریے کے خلاف ہیں جیسا کہ سورہ مبارکہ حمد میں ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ خدایا تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ جن آیات سے جبریہ نے اپنے نظریہ پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں **ما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ۔ تضلّ من یشاء و تھدی من تشاء**، وغیرہ۔ جن میں فعل کا استناد پروردگار کی طرف ہے یہ آیات مفوضہ کے نظریے کے ردّ کے لیے مناسب ہیں چونکہ وہ بندوں کے افعال کو خود ان کی ہی طرف مستند جانتے ہیں اور ان کو ہی تاثیر میں مستقل سمجھتے ہیں۔

لیکن ہم شیعہ کے نظریہ سے یہ منافات نہیں رکھتیں کیونکہ ہم صرف بندہ کے ارادہ کو فعل کے صادر ہونے کے لیے کافی نہیں سمجھتے بلکہ امر بین الامرین کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فعل کو بندہ کی طرف بھی مستند کیا جا سکتا ہے اور خدا کی طرف بھی مستند کیا جا سکتا ہے جو کہ آیات سے مستفاد ہے۔

البتہ مخفی نہ رہے کہ بندے کا ارادہ خدا کے ارادے کے عرض میں نہیں ہے چونکہ اس سے افعال میں شرک لازم آتا ہے بلکہ بندے کا ارادہ، خدا کے ارادہ کے طول میں ہے۔

نیز جو آیات جبریہ نظریہ کے ردّ میں پیش کی گئی ہیں وہی مفوضہ کے نظریہ کے بطلان میں بھی صریح ہیں۔

چوتھی دلیل یہ کہ نماز میں کہتے ہیں کہ "**بحول اللّٰہ و قوتہ اقوم و اقعد**" خدا کی قدرت اور قوت کے ساتھ اٹھتا ہوں اور بیٹھتا ہوں۔

مؤلف کے قلمی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ آثار

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ (ع)

۱. وضوء النبی (ص)

۲. صلاة النبی (ص)

۳. صراط النجاة

۴. پاسخ به شبهات و اعتراضات به عزاداری امام حسینؑ

۵. اجوبة الأسئلة (سوالوں کے جوابات)

۶. الشهادة الثالثة

۷. صلاة الجمعة

۸. صلاة العیدین

۹. علمی رسائل

۱۰. کردار بنی أمیّه

۱۱. الموضوعات

۱۲. فضائل الشیعه

۱۳. آداب الدعاء

۱۴. دفع الشبهات عن الامام المهدی (ع)

۱۵. دفع الشبهات عن ایمان سیدنا أبی طالب (ع)

۱۶. التحقیق فی آیة الغار

۱۷. حقیقت چیست؟ بضمیمه رساله تحقیقی بیعت رضوان

۱۸. تفسیر آیه تطهیر

۱۹. مستند المناظرین

۲۰. عقائد الشیعه

۲۱. قواعد الحدیث و اصطلاحاته

۲۲. البیان

۲۳. اولاد المعصومین علیهم السلام

۲۴. العدل

۲۵. دفع الشبهات عن الشیعه

۲۶. و تالیفات دیگر

مؤلف کے قلمی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ آثار

ناشر: مؤسسہ جواد الائمہ (ع)

۱ . وضوء النبی (ص)
۲ . صلاة النبی (ص)
۳ . صراط النجاة
۴ . پاسخ به شبهات واعتراضات به عزاداری امام حسینؑ
۵ . اجوبة الأسئلة (سوالوں کے جوابات)
۶ . الشهادة الثالثة
۷ . صلاة الجمعة
۸ . صلاة العیدین
۹ . علمی رسائل
۱۰ . کردار بنی امیّه
۱۱ . الموضوعات
۱۲ . فضائل الشیعه
۱۳ . آداب الدعاء
۱۴ . دفع الشبهات عن الامام المهدی (ع)
۱۵ . دفع الشبهات عن ایمان سیدنا أبی طالب (ع)
۱۶ . التحقیق فی آیة الغار
۱۷ . حقیقت چیست؟ بضمیمه رسالة تحقیقی بیعت رضوان
۱۸ . تفسیر آیة تطهیر
۱۹ . مستند المناظرین
۲۰ . عقائد الشیعه
۲۱ . قواعد الحدیث و اصطلاحاته
۲۲ . البیان
۲۳ . اولاد المعصومین علیهم السلام
۲۴ . العدل
۲۵ . دفع الشبهات عن الشیعه
۲۶ . وتالیفات دیگر